مباحثہ ومکالمہ

محمد عامر رانا*

عسکریت پسند گروہ اور ہماری قومی پالیسی

ممکن ہے انتہا پسندی اور تشدد سے نمٹنا آسان ہو مگر عسکریت پسند گروہوں پر قابو پانا ہرگز آسان نہیں ہے۔ کم از کم پاکستان کی حد تک تو یہ بات بالکل درست معلوم ہوتی ہے۔ پاکستان نے دہشت گردی کے خلاف جنگ میں نمایاں کامیابیاں حاصل کی ہیں مگر کالعدم انتہا پسند گروہوں سے نمٹنے کے معاملے میں ہم تا حال کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکے۔

ممنوع تنظیموں کی میڈیا کوریج پر پابندی کے حوالے سے پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی (پیمرا) کے حالیہ نوٹیفکیشن سے مختلف حکومتی محکمہ جات میں اختلافات سامنے آئے ہیں۔ اس سے جہاں مختلف انتہا پسند تنظیموں کی حیثیت کے بارے میں پالیسی کی سطح پر ابہام کا اندازہ ہوتا ہے، وہیں اس صورتحال سے جماعت الدعوۃ اور اس کے فلاحی ونگ جیسے گروہوں کو ایک مرتبہ پھر یہ حکومتی اقدام رد کرنے کا موقع مل گیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ کارروائی ان کے خلاف مغرب اور بھارت کی مہم کا حصہ ہے۔ یہی نہیں بلکہ پیمرا کے نوٹس سے قومی ایکشن پلان پر عملدرآمد کے معاملے پر اطلاعات اور داخلہ کی وزارتوں میں اختلافات بھی سامنے آ گئے ہیں۔ یہ نوٹس جاری ہونے سے چند ہی گھنٹے بعد وفاقی وزارت داخلہ نے تردیدی ردعمل ظاہر کیا۔ بعدازاں یہ بات سامنے آئی کہ پیمرا کا نوٹس وزارت اطلاعات کی ہدایات پر جاری کیا گیا تھا۔

یوں لگتا ہے وزارت اطلاعات کے پاس پاکستان میں انتہا پسند تنظیموں کے بارے میں بہت کم معلومات ہیں کہ بظاہر اسے کالعدم گروہوں کی کوئی فہرست ہی فراہم نہیں کی گئی۔ وزارت داخلہ کی تردید کے بعد پیمرا نوٹس کے ساتھ منسلک کالعدم تنظیموں کی فہرست مشکوک ہو جاتی ہے۔ رواں سال اگست میں وفاقی وزیر اطلاعات چودھری نثار نے فخریہ اعلان کیا کہ ممنوع قرار دی گئی 62 تنظیموں کی جامع فہرست ترتیب دی جا چکی ہے۔ مگر ہم ان کالعدم گروہوں کے بارے میں بہت کم جانتے ہیں کہ اس حوالے سے سرکاری طور پر کوئی فہرست دستیاب نہیں ہے۔ بظاہر یہ اطلاعات انسداد دہشت گردی کے قومی ادارے (نیکٹا) کو مشتہر کرنی چاہئیں مگر یہ ادارہ بھی کالعدم تنظیموں کی فہرست جاری کرنے

---

*ڈائریکٹر پاک انسٹی ٹیوٹ فار پیس اسٹڈیز، اسلام آباد۔

میں متذبذب تھا۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ جب نیکٹا کی ویب سائٹ پر دی گئی کالعدم تنظیموں کی فہرست نے متنازع صورت اختیار کی تو اسے بند کر دیا گیا۔ کہا گیا کہ یہ فہرست سرکاری نہیں تھی اور اس وقت سے نیکٹا کی ویب سائٹ ''انڈر کنسٹرکشن'' ہے۔

میڈیا رپورٹس کے مطابق پیمرا کا نوٹیفکیشن وزیراعظم نواز شریف کے حالیہ دورہ امریکا میں صدر باراک اوباما کے ساتھ مشترکہ اعلامیے اور اقوام متحدہ کی قرارداد 1267 کے تحت ملک پر عائد ہونے والی ذمہ داریوں کے عین مطابق تھا۔ اگر ایسی بات ہے تو پھر وزارت داخلہ اس کی تردید کیوں کرتی ہے؟ انتہاپسند گروہوں کی سرگرمیوں پر نظر رکھنے میں ناکامی پر افسر شاہی طرز کے بہانوں سے ہٹ کر آیئے، اس مسئلے کا وضاحت سے جائزہ لیتے ہیں۔

کیا بھارت میں انتہاپسند اور کٹر قوم پرست گروہوں کے ہوتے ہوئے پاکستان میں بھی انتہاپسند گروہوں کی ضرورت ہے؟ کیا بھارت میں پاکستان مخالف نعروں کا جواب دینے کے لیے ہمارے پاس ''پاکستانی شیوسینا'' کا وجود ضروری ہے؟ اور سب سے اہم بات یہ کہ آیا ہمیں انتہاپسندی کے میدان میں بھی بھارت کی برابری کرنا ہے؟ پاکستان نے دہشت گردوں کے خلاف نمایاں کامیابیاں حاصل کی ہیں جبکہ ریاست اور معاشرہ ملک میں بڑھتے ہوئے انتہا پسندانہ رجحانات پر قابو پانے کے طریقے ڈھونڈ رہا ہے۔ بھارت میں بڑھتی ہوئی انتہاپسندی دیکھ کر ہم اعتدال پسند ذہنیت کی جانب اپنے سفر کو کھوٹا کرنے کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ ہم نے بہت سی تکالیف اور قربانیوں کے بعد یہ راہ اختیار کی ہے۔

یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ پاکستان میں بہت سے انتہاپسند گروہوں نے بھارت مخالف نعروں کی آڑ میں پناہ لے رکھی ہے۔ یہ سب کچھ ایسے وقت ہو رہا ہے جب بڑی سیاسی اور مذہبی جماعتوں کو بھی بھارت مخالف پروپیگنڈے کو ہوا دینے میں کوئی سیاسی فائدہ نظر نہیں آتا۔ اسے پاکستان میں مثبت تبدیلی کہا جا سکتا ہے مگر اس سے جماعت الدعوۃ جیسے گروہوں کو صورتحال اپنے حق میں موڑنے کا موقع بھی میسر آتا ہے۔ تاہم ان گروہوں کا انتہاپسندانہ تعارف انہیں قانونی جواز اور عوامی حمایت دلانے میں بڑی رکاوٹ ہے۔ کیا پاکستان میں ایک عام آدمی کے لیے بھارت سے منفی مسابقت میں عدم شمولیت پر فخر کرنا کافی نہیں ہوگا؟ حکومت کی جانب سے مناسب حکمت عملی کا فقدان بھی ان کالعدم گروہوں سے نمٹنے کی راہ میں رکاوٹ ہو سکتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ ملک میں کئی عشروں تک انتہاپسند گروہوں کو پنپنے کا موقع دیا گیا اور ان کی بیخ کنی میں بھی وقت درکار ہوگا۔ اگر حکومت نے انہیں کنٹرول کرنے کے لیے اقدامات اٹھائے ہوتے تو اسی صورت میں یہ بات درست کہی جا سکتی تھی۔ ان گروہوں خصوصاً جماعت الدعوۃ کے فلاحی کردار کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا مگر حکومت نے انہیں مناسب طریقے سے سماجی دھارے میں لانے کے لیے کوئی اقدامات نہیں کیے۔ ملک میں موجود انتہاپسند گروہوں میں پرتشدد رجحانات ختم کرنے اور انہیں دہشت گردی کے منظرنامے سے ہٹا کر قومی دھارے میں مدغم کرنے کے لیے کثیر رخی طریق کار وضع کرنے کی ضرورت ہے۔ اس پروگرام کے تحت حکومت آئین پاکستان پر عمل کرنے اور ہر قسم کے تشدد اور

انتہا پسندانہ سرگرمیوں کو ترک کرنے کی یقین دہانی کرانے والے کالعدم گروہوں کو معافی کی پیشکش کرسکتی ہے۔ جو گروہ ہر قسم کی مجرمانہ سرگرمیوں بشمول نفرت کے پرچار سے احتراز کا وعدہ کریں اور اپنی تنظیموں کو متعلقہ حکام/محکمہ جات میں رجسٹرڈ کرائیں، انہیں قومی دھارے کا حصہ بنایا جاسکتا ہے۔ اس سلسلے میں وفاقی اور صوبائی سطح پر ان کی رجسٹریشن اور نگرانی کا الگ طریق کار بھی وضع کیا جاسکتا ہے۔ وزارت داخلہ کو ان گروہوں کی رجسٹریشن سے کوئی پریشانی نہیں ہونی چاہیے کہ اب اسے عالمی غیر سرکاری تنظیموں کی رجسٹریشن کے ذریعے اس عمل کا خاطر خواہ تجربہ حاصل ہو چکا ہے۔

اس حوالے سے جماعت الدعوۃ کا معاملہ خاصا پیچیدہ ہے کہ یہ کالعدم لشکر طیبہ سے کسی قسم کا براہ راست رابطہ نہ ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔ مگر پیمرا نوٹیفکیشن کے مطابق جماعت الدعوۃ اور فلاح انسانیت فاؤنڈیشن بھی کالعدم لشکر طیبہ کا ہی دوسرا روپ ہیں۔ بہر حال یہ ثابت کرنا جماعت الدعوۃ کی ذمہ داری ہے کہ اس کا دہشت گردی اور دہشت گرد گروہوں سے کوئی تعلق نہیں۔ جب اس کی مطبوعات میں لشکر طیبہ کی سرگرمیوں اور عسکریت پسندی کی تشہیر بند ہو جائے تو اسی صورت میں ہی عوام اور عالمی برادری کو اس کی بات پر اعتبار کرنا چاہیے۔ جماعت الدعوۃ کی قیادت کو اندازہ ہونا چاہیے کہ دنیا اندھی بہری نہیں ہے۔

(http://khabar.sujag.org/column/29261)

آج کل تو یہ رنگ ہے کہ ذرا تقریر یا تحریر میں کسی سے مخالفت ہوئی، پھر کفر تک پہونچائے بغیر نہیں چھوڑتے۔ پہلے کے لوگوں کی حالت سنیے۔ مولوی فضل حق صاحب، مولانا شاہ اسماعیل شہید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مقابل تھے۔ ایک مرتبہ مولوی فضل حق صاحب تھانہ بھون تشریف لائے تھے۔ قاضی نجابت علی صاحب نے مولوی فضل حق صاحب سے مولانا شاہ اسماعیل شہید کے بارے میں پوچھا تھا کہ آپ کا کیا خیال ہے؟ مولوی صاحب نے فرمایا کہ مولوی صاحب، وہ ایسے شخص ہیں کہ ان کے مقابل کے لیے یہی بڑی خوشی کی بات ہے کہ وہ ان کا مقابل ہے۔ پھر قاضی صاحب نے مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب کی نسبت پوچھا۔ وہابیت بدعت کا ان سے بھی اختلاف تھا۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ اس مجلس میں انسانوں کا ذکر ہو رہا ہے۔ کسی انسان کے بارے میں پوچھیے۔ جس وقت جبرئیل میکائیل کا ذکر ہوگا، اس وقت شاہ محمد اسحاق صاحب کا ذکر کیجیے۔

مخالفوں کے ساتھ عقیدت کی یہ حالت تھی۔ اختلافات کے سلسلہ میں پہلے اصحاب علم کا یہی طرز عمل تھا۔ وہ دوسروں کے کمالات کو ملحوظ خاطر رکھتے تھے۔ اب تو ذرا ذرا بات میں اپنے مخالف کو کھلم کھلا برا بھلا کہتے ہیں۔ نہ کوئی علمی تحقیق ہے، نہ اصول پر مناظرہ ہے۔ گالیوں اور کفر کے فتووں سے رسالے بھرے ہوتے ہیں۔ کیا یہی دین کی خدمت ہے؟ (حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ، الافاضات الیومیہ، حصہ ہشتم ص ۱۴۸)